نثر اور نثری اسالیب

ڈاکٹر نسیمہ رحمٰن، اسسٹنٹ پروفیسر، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Prose writing has multidimentional aspects, and prose is not popular in comperison with poetry. But one thing that makes prose interesting, popular and meaningful, that is style. In this article prose has been discussed with reference to different writing styles.

زبان علمی اور تخلیقی سطح پر خیال کی ترسیل اور انسانی جذبات و کیفیات کا ذریعہ ہونے کے ساتھ انسانی زندگی میں انفرادی، سماجی اور نفسیاتی اہمیت کی حامل ہے۔ ان تمام سطحوں پر زبان ایک بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ بنیادی طور پر زبان کا مقصد ابلاغ ہے جس میں اپنے خیالات و افکار اور جذبات کو دوسروں تک پہنچایا جاتا ہے۔ یہیں سے زبان کا اسلوب کے ساتھ رشتہ بھی استوار ہو جاتا ہے۔ یوں زبان کی اہمیت ادائے مقاصد، خیالات کے اظہار، افکار کے بیان اور خیالات کو مخصوص انداز میں ادا کرنے کا نام ہے جس میں مختلف اسلوب بیان، زبان کے ذریعے الفاظ کے پیرہن میں سامنے آتے ہیں۔ تحریر کے فن نے یہ سہولت پیدا کی کہ ہم بہت دور بیٹھ کر بھی اپنی بات کو دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں یا اپنے خیالات احساسات و جذبات کو محفوظ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ زبان اور اظہار کی دو مربوط اور منظّم صورتیں شاعری اور نثر وجود میں آئیں۔ بقول سید عابد علی عابد:

> ''آگڈن کی نظر میں زبان کے استعمال کے دو طریقے ہیں، ایک تحویلی (Refrential) اور دوسرے جذباتی (Emotional)۔ تحویلی طریقہ، افکار اور اشیاء کا حوالہ دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور جذباتی طریقہ اس غرض سے اختیار کیا جاتا ہے کہ ان افکار و اشیاء سے جو جذبات یا امیال پیدا ہوتے ہیں ان کو بروئے کار لایا جائے۔ سائنس اور نثر کی زبان تحویلی ہوتی ہے اور شاعری کی زبان جذباتی۔''[۱]

جبکہ لسانی عمل اور ادبی تخلیق کا آغاز یوں ہوتا ہے:

> ''دُنیا کی ہر زبان میں لسانی عمل اور ادب کی تخلیق کے درمیان وقت کا ایک طویل فاصلہ ہوتا ہے، بولی صدیوں میں جا کر زبان بنتی ہے اپنی شکل بناتی ہے اور خدوخال اجاگر کرتی ہے لسانی ارتقا کی تاریخ جب اک ایسی منزل پر پہنچ جاتی ہے جہاں محسوس کرنے والا انسان سوچنے والا ذہن اور اپنے مافی الضمیر کو دوسروں تک پہنچانے والے افراد اس زبان میں اپنی صلاحیتوں کے اظہار کی سہولت پاتے ہیں تو ادب کی

تخلیق اپنا سر نکالتی ہے۔''[۲]

جذبے اور تخیل کی یہی ہم آہنگی کسی بھی ادبی تخلیق کو وجود میں لانے کا باعث ہوتی ہے بالفاظ دیگران دونوں کی مکمل ہم آہنگی ہی گویا ادبی تخلیق کی بنیاد بنتی ہے۔ ادب جذبات اور کیفیات کا شخصی اظہار کہلاتا ہے۔ ادب میں یہی شخصی اظہار دو راستوں شاعری اور نثر کے راستے پروان چڑھا۔ اگرچہ ابتداً انسان جوالفاظ ادا کرتا ہے وہ نثر ہی میں ہوتے ہیں لیکن ادب میں اس کی پہلی ہیئت شاعری میں ملتی ہے۔ نثر نے اس کے بعد ترقی کی۔ یقیناً یہی وجہ ہے کہ ابتدائی نثر میں شاعرانہ عناصر کی کارفرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔ جیسے جیسے تہذیبی ترقی کے لیے حالات سازگار ہوئے ویسے ویسے نثر کے ارتقا کے امکانات بھی روشن تر ہوتے چلے گئے۔

جب اپنی بات دوسروں کو سمجھانے اور اس کی وضاحت وتشریح کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس کے لیے شاعری مفید نہ تھی چنانچہ یہیں سے نثر کے لیے منطقی اور تعمیری اظہار کی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔ یہ امر اب طے شدہ ہے کہ خیالات کی اشاعت اور ترجمانی کا کام جس انداز اور عمدگی سے نثر سے لیا جا سکتا ہے شاعری سے نہیں۔ پھر یہ کہ سائنس اور عمرانی علوم فکر و فلسفہ، قانون اور منطق کے لیے نثر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نثر کے ارتقا میں پہلے پہل ایسی ہی نثر وجود میں آئی جب کہ تخلیقی نثر بہت بعد میں وجود میں آئی۔

آج یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ادب میں نثر کو مقبولیت حاصل ہونے سے ماقبل شاعری کو بلند درجہ حاصل رہا ہے۔ یہ محض اُردو زبان میں ہی نہیں بلکہ دُنیا کی ہر زبان میں ادبی طور پر نظم پہلے اور نثر بعد میں ظہور میں آئی۔ اس کی ایک قابلِ فہم وجہ ڈاکٹر این میری شمل یوں بیان کرتی ہیں: ''۔۔۔کہ ہندوستان میں صدیوں سے ناخواندہ آبادیوں تک اپنے خیالات وافکار پہنچانے کا واحد ذریعہ شاعری ہی رہی ہے جس کے نتیجہ میں آج بھی ہندوستان کے ناخواندہ لوگ نثر کے مقابلے میں کہیں زیادہ شاعری کو اپنے حافظے میں جگہ دیتے ہیں۔''[۳] این میری شمل کے مذکورہ بیان کی تائید حافظ محمود شیرانی کے ہاں بھی ملتی ہے۔

> ''پنجاب کے علماء نے بے شمار کتابیں اور رسالے اس نظر سے تخلیق کیے ہیں کہ مسلمان جماعت کا غیر تعلیم یافتہ طبقہ احکام دین روزے، نماز اور مسائل شرعیہ سے ضروری واقفیت حاصل کر سکے۔ ایسی کتابیں اکثر اوقات مختصر نظم کی شکل میں ہوتی تھیں تا کہ لوگ آسانی سے یاد کر سکیں۔ جاہل طبقے کے لیے یہ طریقہ تعلیم مسلمانوں نے ہندوستان کی باقی زبانوں میں بھی اختیار کیا ہے۔''[۴]

گارساں دتاسی کے نزدیک جو باتیں شعر کے پیرائے میں وزن اور آہنگ کے ساتھ کی جائیں وہ حافظے میں جلد محفوظ ہو جاتی ہیں خواہ یہ نثری پیرائے میں ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مقفیٰ و مسجع نثر کو سادہ نثر پر ترجیح دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''ہمارا خیال بھی یہی ہے کہ جس طرح نگینہ جڑا جاتا ہے اسی طرح شعر انسانی روح میں نقش ہو جاتا ہے۔ لوگ اشعار یاد رکھ سکتے ہیں لیکن نثر نہیں یاد رکھ سکتے۔ شعر اپنے وزن اور دلکشی کے باعث حافظے میں محفوظ رہ جاتا ہے اور جب یاد آتا ہے تو اس سے دل کو حظ اور انبساط حاصل ہوتا ہے اور مقفیٰ و مسجع نثر بھی سادہ

کے مقابلے میں زیادہ آسانی سے یاد رہتی ہے کیونکہ وہ بھی اشعار کے مماثل ہوتی ہے۔''۵

محمد حسین آزاد بھی نظم کے زیادہ مؤثر ہونے کے قائل ہیں چنانچہ اپنے لیکچر ''نظم و کلام موزوں کے باب میں خیالات'' میں لکھتے ہیں کہ ''نظم بہ نسبت نثر کے زیادہ تر زورِ طبیعت سے نکلتی ہے یہی سبب ہے کہ بہ نسبت نثر کے مؤثر بھی زیادہ ہوتی ہے۔''۶ گو کہ ڈاکٹر ابو سعید نورالدین کا یہ استدلال بھی اپنی جگہ درست ہے:

> ''میرے نزدیک اس کا جواز صرف یہ ہے کہ بچہ جب ذرا بڑا ہو کر بات کرنے لگتا ہے تو یکا یک شعر کہنے نہیں لگ جاتا بلکہ وہ جو کچھ بولتا ہے نثر میں بولتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان جب بات کرتا ہے نثر میں ہی کرتا ہے۔ الفاظ کا سرمایہ نثر کی شکل میں اس کے پاس موجود ہوتا ہے اگر اس نے موزوں طبیعت پائی ہے تو ان ہی الفاظ کو وہ شعر کا جامعہ پہنا دیتا ہے اس لیے فطری طور پر نثر کو نظم پر تقدم حاصل ہے۔''۷

مذکورہ بیان کی تائید شیر علی سرخوش بھی ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ''کوئی زبان بھی پہلے پہل نظم سے آغاز پذیر نہیں ہوتی بلکہ نثر سے اور نثر میں اوّل اوّل ۔۔۔ مفرد الفاظ جمع کیے جاتے ہیں پھر ان سے ایک سیدھی سادی بول چال قائم ہوتی ہے''۸ چنانچہ اس حوالے سے دیکھیں تو نثر کو نظم پر تقدم حاصل ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زبان کے استعمال میں نثر کی مقدار نظم سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اور یہ بات چیت کی حد تک ہی نہیں بلکہ تحریر و تصنیف کے معاملے میں بھی درست رہی ہو گی لیکن چونکہ ابھی تک نظم کے مقابلے میں نثر کی قدیم ترین تحریر دستیاب نہیں ہوئی اس لیے تحریری سطح پر نظم کو اولیت حاصل ہے۔ شاعر اور نثر نگار دونوں ہی اپنے اپنے اسلوبِ بیان کے مالک ہوتے ہیں۔ شاعر اپنے جذبات، احساسات، تجربات، مشاہدات اور فکر کو منظوم صورت میں بیان کرتا ہے جبکہ نثر نگار انہیں نثر میں ڈھالتا ہے۔ شاعری اور نثر اپنی اثر پذیری کے اعتبار سے بھی خاص نوعیت کی حامل ہیں۔ ڈاکٹر محمد صادق کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ ''نثر شعوری و تجزیاتی ہوتی ہے وہ تشریح و توضیح کرتی ہے۔ نظم تخیل اور ربط آفریں ہے وہ قاری کے سارے وجود کو اس طرح متحرک کر دیتی ہے کہ وہ اپنے اندر تجربے کو ازسرِ نو تخلیق کر سکے''۹ قدیم علمائے فن نظم اور نثر کو الگ الگ اصناف قرار دیتے ہیں مگر وہ شعر کو نظم کے اندر محدود کر دیتے ہیں اور شعر کو بہترین منظوم کلام کہتے ہیں جبکہ نثر میں ان کے نزدیک شعریت تو آ سکتی ہے مگر اسے شعر نہیں کہا جا سکتا۔ نثر میں اگر شاعرانہ عناصر نمایاں ہو جائیں تو وہ اسے شاعرانہ نثر کہیں گے شعر نہیں۔ جبکہ جدید نقد و نظر کا فتویٰ یہ ہے کہ جس چیز کو نثر کہتے ہیں اور جس کو عموماً شعر کی ضد قرار دیا جاتا ہے وہ دراصل شعر کی نہیں بلکہ نظم کی ضد ہے کیوں کہ شعر موزوں انداز سے جذبات کی مصوری کا نام ہے اور یہ نثر میں بھی ممکن ہے۔ شعر کی یہی صفات نثر میں بھی پیدا ہو سکتی ہیں کیونکہ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ ''کوئی نثر جسے ادبی ہونے کا دعویٰ ہے جذبے کی آمیزش سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اعلیٰ درجہ کی ادبی نثر میں منطق کی کامیاب گرفت کے ساتھ جذبے کی زبان بھی نہایت خوبصورت رنگ آمیزیاں کرتی ہے''۱۰ یہی وجہ ہے کہ جدید ناقدین نثر اور شعر کو ایک دوسرے کی ضد قرار نہیں دیتے۔ سید عابد علی عابد لکھتے ہیں ''نظم و نثر میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ فنکار اپنی واردات اور جذبات کو جن حالات اور کوائف میں قاری تک منتقل کرتا ہے وہ محض اتفاقی ہوتے ہیں اور اس لیے ان کا نظم و نثر کے قالب میں ڈھلنا

بھی ایک طرح کا اتفاق ہوتا ہے''[۱۱]

نتیجتاً یہ کہ نثر، نثر ہی ہے اور شعر کا صحیح قالب نظم ہی ہے۔ اس بناء پر شاعر اور نثر نگار کے اسلوب کے مابین فرق قائم کرنا کچھ زیادہ نامناسب نہیں ہے۔ ہر چند کہ نثر اور شعر دونوں قسم کی تحریریں کئی معاملات میں مشترک اصولوں کی پابند ہوتی ہیں۔ بقول سید عابد علی عابد ''نثر اور نظم یا شعر میں فرق ہے تو یہ کہ جہاں محرکات ایسے جذبے ہوتے ہیں جو شدید ہوں اور جو نثر کی زبان میں اچھی طرح ادا نہ کئے جا سکیں ان کے لیے شعر کا قالب اختیار کیا جاتا ہے''[۱۲] پھر مزید لکھتے ہیں ''نظم یا شعر نے اپنے اظہار کے لیے جو عروضی پیمانے وضع کر لیے تھے نثر کی بعض اصناف کو خواہ مخواہ ان پیمانوں کے ذریعے قاری تک منتقل کرنا تکلف محض معلوم ہوتا تھا۔''[۱۳]

شعر کیا ہے؟ اس کا سادہ اور مختصر جواب یہ ہے کہ شعر شدید اور بھرپور جذبے کے اظہار کے لیے مناسب ترین سانچہ ہے جس کے اظہارات ضروری نہیں کہ عقل اور منطق کے حوالے سے صحیح ثابت ہوں۔ شعر انسانی جذبات کو اپیل کرتا ہے کیونکہ شعر میں جذبہ تخیل کی زبان سے گفتگو کرتا ہے۔ شاعری میں خیالات کا اظہار براہ راست نہیں کیا جاتا بلکہ تشبیہ، استعارہ، صنائع بدائع کے ذریعہ ابہام اور تہہ داری پیدا کی جاتی ہے۔ اسی بناء پر ایک شعر میں کثیر الجہت معنی پنہاں ہوتے ہیں اور ہر قاری اپنی فکر اور ذہن رسا کے مطابق مختلف نتائج اخذ کرتا ہے جبکہ اس کے برعکس نثر میں بات کو براہ راست کہنا اس کی خوبی مانا جاتا ہے۔ ایسا نہیں کہ اس میں علم بیان اور صنائع بدائع کا استعمال نہیں کیا جاتا، نثر میں بھی ان سے مدد لی جاتی ہے لیکن یہاں خیال میں ابہام اور تہہ داری پیدا کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ بات میں زور اور شدت پیدا کرنا ہوتا ہے اس کی وجہ سے کیفیت بھرپور انداز کے ساتھ پیش ہو پاتی ہے۔ نثر میں ابہام پیدا ہونا اس عیب کا جبکہ وضاحت، صفائی اور سلاست اس کا حسن ہے۔ نظم کی عمومی تعریف یہ کی جاتی ہے:

> ''وہ بہترین الفاظ کی بہترین ترتیب کا نام ہے ۔۔۔ یعنی شاعری ذہنی تصویروں، خیالی پیکروں اور ذہنی پرچھائیوں یا استعاروں کا آرٹ ہے اس لیے چیزوں کو اصل نام سے پکارنے کی بجائے کسی اور نام سے پکارتے ہیں۔''[۱۴]

اس کے برعکس نثر کی عام الفاظ میں اس طرح تعریف کی جاتی ہے:

> ''نثر الفاظ کی بہترین ترتیب کا نام ہے ۔۔۔ اس میں اصل چیزوں کو اصلی نام سے پکارا جاتا ہے۔''[۱۵]

ڈاکٹر محمد صادق زیادہ صراحت کے ساتھ نثر کی بابت یوں بیان کرتے ہیں ''نثر فی نفسہٖ توضیحی و تشریحی اور تجزیاتی ہوتی ہے۔ نثر نگار بالعموم باقی تمام بیرونی اثرات و عائدات سے اجتناب کرتا ہے اور ایسے مقابلوں اور موازنوں سے کام لیتا ہے جن سے بیان میں وضاحت اور زور پیدا ہو۔''[۱۶]

نثر کا میدان شعر کی نسبت زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ اس میں جذبہ، معلومات، محسوسات، حقائق مجرد اور معقولات کا بیان ہو سکتا ہے۔ شعر دل کی گہرائیوں کا ترجمان ہے تو نثر اس کی وسعتوں کی امین ہے۔ اسی بناء پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شعر داخلیت کے موزوں ترین اظہار بیان کا نام ہے اور نثر خارجیت کے لیے بہترین سانچا ہے۔ دونوں میں ایک فرق یہ بھی ہوتا ہے کہ شاعر جب تخلیق کرتا ہے تو اسے اپنا مواد خود تخلیق کرنا پڑتا ہے جب کہ نثر نگار کا مواد پہلے ہی سے موجود ہوتا

ہے۔ اُردو نثر نگاروں کے ہاں چونکہ فکری عنصر ہوتا ہے اس لیے یہ جذبے میں اس شدت کے ساتھ سمویا نہیں جا سکتا جس طرح شعر کے فکری عنصر میں جذبے کو سمویا جا سکتا ہے۔ شعری اور نثری اسلوب کو سمجھنے کے لئے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ذہن کی دو قوتیں ہوتی ہیں تخیل اور فکر۔ اولذکر قوت سے شاعری جنم لیتی ہے اور مؤخرالذکر قوت سے نثر پیدا ہوتی ہے۔ نثر ایک بات کو بیان کر دیتی ہے جب کہ شاعری اسی بات کو محسوس کروا دیتی ہے لہٰذا یوں کہا جا سکتا ہے کہ فکر کا تعلق نثر سے اور جذبے کا تعلق شعر سے ہوتا ہے۔ ایک میں فکر وخیال کی اور دوسرے میں جذبے کی اہمیت، ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر نظم تخلیقی اظہار جب کہ نثر تعمیری اظہار کا نام ہے۔ دونوں کا انداز پیشکش بھی جدا ہوتا ہے۔ چنانچہ نثر کے ضمن میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا یہ کہنا بجا ہے:

> ''انسانی تصورات کی دنیا کے دو بڑے براعظم ہیں ایک اس کے دل کے اندر ہے اور دوسرا اس کی آنکھوں کے سامنے جس کا تعلق اندر کی دنیا ہے۔ وہ کبھی کبھی عموماً باہر کی دنیا کی باتوں کو بھی دوسرے تک پہنچانا چاہتا ہے اور بڑے یقین اور وضاحت کے ساتھ پہنچانا چاہتا ہے کہ سننے والے تک وہ باتیں ٹھیک ٹھیک اور ہو بہو پوری جزئیات سمیت پہنچ جائیں اس کے لیے وہ اپنے مطالب کو مرتب اس طرح کرتا ہے کہ مخاطب کی عقل وفہم ہو بہو ان کا احاطہ کرے۔ اس غرض کے لئے شعر کا سانچا ہرگز موزوں نہیں اس قسم کی سچائی اور خارجی ٹھوس واقفیت کے لئے جس میں کامل یقین اور وضاحت مطلوب ہو نثر ہی حقیقی قالب ہے جو اس کی مشکلات سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔''۱۷

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظم اشاروں اور کنایوں میں گفتگو کرتی ہے اور نثر میں وضاحت اور صراحت کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ نثر نگار کے ہاں جو فکری عنصر موجود ہوتا ہے وہ جذبے میں اس شدت سے نہیں سمویا جاتا جس طرح شعر میں ہوتا ہے۔ آل احمد سرور نہایت لطیف انداز میں اس بات کو یوں بیان کیا ہے:

> ''نظم اس چاندنی کی طرح ہے جس میں سائے گہرے اور بلیغ معلوم ہوتے ہیں نثر اس دھوپ کی طرح ہے جو ہر چیز کو آئینہ کر دیتی ہے۔ نظم وہ کنجی ہے جو ذہنی تصویروں کا صنم کدہ وا کرتی ہے۔ نثر وہ تلوار ہے جو حق و باطل کا فیصلہ کرتی ہے۔۔۔ نظم زبان کی توسیع اور نثر اس کی حفاظت کا نام ہے۔۔۔ نظم میخانہ ہے اور نثر آئینہ خانہ''۱۸

نثر کے اس آئینہ خانہ میں ہمیں دو انداز تحریر نظر آتے ہیں۔ ایک قافیہ دار عبارت جو مقفیٰ و مسجع نثر کہلاتی ہے اور بیشتر اہل لکھنؤ کو طرہ امتیاز رہی ہے۔ مقفیٰ و مسجع نثر کو علمیت و ادبیت کی علامت سمجھا جاتا تھا جس میں لکھنے والا خیال سے زیادہ الفاظ کی اہمیت کا قائل تھا۔ دوم: سادہ انداز نثر جو روزمرہ بول چال کی طرح سادہ ہو جس میں بے تکلفی اور بے ساختگی ہو۔ ایسی نثر کا اسلوب بیان قدرتی طور پر آسان ہوگا۔ نثر کے اسلوب کو علم بیان، صنائع بدائع، علامت اور تمثیل نگاری سے بھی سجایا گیا۔ ان سب عوامل کا تعلق اظہار بیان کی تاثیر سے ہے جو شاعری میں تو مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں جب کہ نثر میں ان کا کثرت سے استعمال اس کی روح کو مجروح اور اس کی افادیت کو کم کر دیتا ہے۔ البتہ ان عوامل کے استعمال سے نثر میں رعنائی اور دلکشی خود بخود پیدا ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر یہی خصوصیت ارادۃً پیدا کی جائے تو

نامناسب ہے۔غرض تخیل کی بلند پروازی اور جذبہ واحساس کا ادراک نثر میں بھی ہوتا ہے۔لیکن جذبات واحساسات کے اظہار اور اس کے لیے الفاظ کے استعمال کے ساتھ عقل ومنطق کی گرفت اور تخیل کی بلندی پر واقعیت کی چھاپ سے نثر میں اعتدال وتوازن پیدا ہو جاتا ہے۔ جو اسے شاعری کے مقابلے میں انفرادیت اور امتیازی حیثیت دیتا ہے۔اس حوالے سے سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

> ''مبتدی فنکار (نثر میں) ایک فقرے کا آغاز کرتے ہیں اور پھر اپنے ذہن میں اپنے مفہوم کی تمام دلالتوں سے ناواقف ہونے کے باعث فقرے پر فقرے لکھتے چلے جاتے ہیں کہ ان کی اصل بات محدود ہو جائے اور صفت سے متصف ہو کر اصل کی بنیادی صفت سے معرا ہو جائے۔اس کے خیال میں طویل فقرے تو شاید وقارِ تحریر سے متصف ہوں لیکن ایک طویل پارہ (Paragraph) طبیعت کے لیے بوجھ بن جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ نثر کی سادگی اور شعر کی سادگی جدا نوعیت کی ہوتی ہے۔البتہ تشبیہہ و استعارہ کے استعمال میں فنکار اپنے مطلب کی توضیح بھی کر لیتا ہے اور اسے ایک خاص قسم کی متین خوبصورتی بھی عطا کرتا ہے۔''۱۹

جہاں تک نثر کے اسلوب بیان کا تعلق ہے تو اس کا سیدھا مفہوم یہ ہے کہ اسلوب بیان سے مراد کسی انشاپرداز کا وہ مخصوص فنکارانہ طریقہ کار جس کی مدد سے وہ اپنے خیالات اور احساسات اپنے پڑھنے والے تک پہنچاتا ہے۔اسلوب یا طرز بیان میں دو باتیں ہوتی ہیں۔ اوّل: ادائے خیالات، دوم: اظہار جذبات۔یعنی خیالات کے ادا کرنے اور محسوسات کو بیان کرنے کا ڈھنگ۔شعر میں عام طور پر جذبے کا اور نثر میں فکر کا اظہار ہوتا ہے ان میں فرق مدارج کا ہوتا ہے۔شعر میں جذبہ نمایاں ہوتا ہے اور نثر میں فکر یا خیال زیادہ حاوی ہوتا ہے اس میں شخصیت کا عمل دخل کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

اُردو کے نثری سرمائے کو پیش نظر رکھیں تو علمی، ادبی وتدریسی لحاظ سے پانچ عوامل اسلوب کی تشکیل میں کارفرما ہوتے ہیں۔اوّل: مصنف کی ذات کا دخل؛ دوم: ماحول کا دخل؛ سوم: موضوع کیا ہے؟؛ چہارم: مقصد کیا ہے؟؛ پنجم: مخاطب کون ہے؟ مذکورہ عوامل میں سے کوئی ایک رویہ زیادہ اجاگر ہو جائے تو وہ چیز نمایاں ہو جاتی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسلوب کے تعین میں ان باتوں کا عمل دخل ہے کہ کون بات کہہ رہا ہے؟ کس زمانے میں کہہ رہا ہے؟ کیا کہہ رہا ہے؟ کیوں کہہ رہا ہے؟ کس سے کہہ رہا ہے؟ یعنی سب سے پہلے یہ کہ انشاپرداز کی علمی استعداد کیا ہے؟ اس کا ادبی ذوق اور نقطۂ نظر موضوع کا واضح اثر رکھتا ہے کہ نہیں؟ روایت کا اسیر ہے یا تجربے کا بھی قائل ہے؟ ماحول سے مراد یہ کہ اس وقت کا ادبی ماحول کیسا تھا؟ اس ماحول میں رکھ کر کس انشا اسلوب کی ضرورت ہوگی؟ کیوں کہ مصنف خواہ کتنا ہی اصلیت اور حقیقت پسند ہو اپنے ماحول کے اثرات سے خالی نظر نہیں آتا۔لہٰذا اسلوب اس عہد کے سماجی، سیاسی، اقتصادی، علمی و ادبی ماحول کی پیداوار ہوگا۔پھر موضوع یا خیال کی نوعیت کئی طرح کی ہو سکتی ہے۔مثلاً صحافتی، علمی، تدریسی، تاریخی، افسانوی وغیرہ۔ ہر ایک کا اسلوب بیان جداگانہ ہوگا۔اس طرح مصنف کے اسلوب پر موضوع کا اثر ضرور پڑتا ہے۔مقصد کے ضمن یہ بات پیش نظر ہوتی ہے کہ جن لوگوں کے لیے لکھ رہا ہے کس طبقے کے ہیں؟ ذخیرہ الفاظ، رجحانات اور مخاطب کی علمی صلاحیتوں اور نفسیات کا لحاظ بھی رکھنا پڑتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے

مصنف کے ہاں ایک جیسا اسلوب نہیں ملتا۔

یوں تو مختلف ادوار میں مختلف اصناف ادب مقبول رہی ہیں لیکن انیسویں صدی میں بالخصوص نثر نے اپنا تشخص قائم کیا اور بتدریج نثر اپنی ممکنات سے آگاہ ہو کر علمی سے تخلیقی بنتی چلی گئی کیونکہ اس سطح پر نثر بھی جذبات کو اکسانے اور ابھارنے لگی تھی۔ تخلیقی نثر ہی کی وجہ سے اس میں جمالیاتی عنصر نکھر کر سامنے آنے لگا۔ تخلیقی نثر میں بیانیہ کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ چوں کہ تخلیقی نثر بنیادی طور پر افسانویت، قصہ پن اور کہانی پن سے وابستہ ہوتی ہے اس لیے تمام تر افسانوی نثر چاہے اس کا تعلق داستان، ناول، افسانے یا ڈرامے سے ہو یہ تمام اصناف بیانیہ نثر کی نشاندہی کرتی ہیں جب کہ غیرافسانوی نثر جس میں قصہ کہانی کے بیان کی بجائے حقیقتوں تجربوں اور احساسات کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اس لیے ایسی تمام تر غیر افسانوی نثر وضاحتیہ کی ذیل میں آتی ہیں۔ اس کی بہترین مثالیں تذکرہ، تاریخ، خاکہ، سفرنامہ، خطوط، انشائیہ، مضمون، رپورتاژ، تنقید، تحقیق وغیرہہیں انتمام اصناف میں قصہ پن کی بجائے وضاحت کا انداز کارفرما ہونے کی وجہ سے وضاحتیہ نثر کی دلیل سمجھا جائے گا۔ وضاحتیہ نثر کو غیرافسانوی اصناف میں طرز تحریر کے انفرادی وصف کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا ہے اور اس طرز اظہار کے توسط سے نثر نگار وضاحت وتشریح کی بے شمار خوبیوں سے متصف ہو جاتا ہے اس لیے اصناف سخن کے علاوہ علوم وفنون کی نمائندگی کرنے والی کتب میں بھی وضاحتیہ نثر ہی کا پہلو کارفرما رہتا ہے۔ اصناف ادب کے علاوہ ترجمہ تلخیص، ترتیب و تالیف کے دوران بھی وضاحتیہ نثر کو بطور وسیلہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ وضاحتیہ نثر درحقیقت غیرافسانوی نثر کے اظہار کا ایسا طریقہ ہے جو علمی و ادبی کتب میں ہی نہیں بلکہ ہرتحریر کے غیرافسانوی انداز میں نمایاں ہوتا ہے۔ صوفیاء کرام کے رسائل کا شمار بھی اسی ضمن میں کیا جاتا ہے۔

نثر کا تعلق اس کے موضوع کے ساتھ بہت گہرا ہوتا ہے۔ داستان، ناول، افسانہ، ڈراما، سفرنامہ، تنقید اور تاریخ سے لے کر خطوط اور اخبارات تک سبھی نثر میں لکھے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نثر کی ہیئت تنوع اور وسعت کی حامل ہے۔ داستان، ناول، افسانہ اور ڈراما جس میں جذبہ خالصتاً ذاتی نہیں ہوتا نثر نگار کو غیرشخصی جذبات کو زبان عطا کرنا ہوتی ہے چنانچہ اس کے لیے نثر ہی کو اختیار کیا گیا۔ اس حوالے سے نثر کو مزید دو زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول: سادہ نثر اور دوم: ادبی نثر۔ سماجی اور معاشرتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی روزمرہ زندگی میں جس نثر کو بول کر اور لکھ کر اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہیں۔ وہ سادہ نثر یا بالفاظ دیگر ترسیلی زبان کہلاتی ہے۔ چونکہ یہ جذبات وخیالات کی ترسیل کا کام انجام دیتی ہے اسی لیے زیادہ تر اسی نثر سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ نثر کی سادہ اور صاف شکل ہے جس میں الفاظ کی معنی آفرینی یا شان وشکوہ کی بجائے عام فہم اور مانوس الفاظ کو سادہ انداز سے استعمال کیا جاتا ہے۔ سادگی، برجستگی و بے تکلفی اس کا وصف ہوتی ہیں اس میں خیال کی بلندی اور فکر کی گہرائی اس درجہ نہیں ہوتی کہ بات گنجلک ہو جائے اس میں بنیادی طور پر ابلاغ کا معنی پیش نظر رکھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسی تمام تحریریں جو کسی فوری مقصد کے پیش نظر انفرادی سے زیادہ اجتماعی تجربے اور خارجی حقیقتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تخلیق کی جاتی ہیں اسی نثر کی ذیل میں شمار کی جائیں گی۔ مثلاً اخبارات، درسی کتب، معلوماتی کتب، خطوط اور سائنسی علوم وغیرہ اس کا مظہر ہوتے ہیں۔ جب کہ ادبی نثر میں نثر نگار کا اپنا انفرادی تجربہ، مخصوص انداز فکر، آہنگ اور لب ولہجہ شامل ہوتا ہے یہی وہ نثر ہے جس کا تعلق ادب جیسی اعلیٰ اور مخصوص قسم سے ہے اس

میں جمالیاتی عناصر کی فراوانی ہوتی ہے جس میں اعلیٰ خیالات اظہار بیان کی پوری صلاحیتوں کے ساتھ ذہن وفکر کو متاثر کرنے اور لطافت بخشنے کی خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں۔ اسی لیے اس نثر میں کیف، ایمائیت، تخیل، زور بیان، شیرینی، شاعرانہ زبان کے عناصر، خطیبانہ اور بیانیہ نثر کے اجزاء، نثرنگار کا تجربہ لب ولہجہ اور مخصوص ذہن وفکر نمایاں ہوتا ہے۔ یہی مخصوص نمایاں خوبی نثر کا اسلوب قرار پاتی ہے اور پھر ادبی نثر کہلاتی ہے۔ گویا ادبی نثر میں الفاظ کا بہترین انتخاب و استعمال، جملوں کی درست ترتیب، زبان کا فطری آہنگ، حسن آفرینی، اجمال اور جذبہ بھی ضروری ہے۔ ایسی ہی نثر کے لیے ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی کا یہ کہنا بالکل درست ہے:

> ''......یعنی ربط وتسلسل اور آہنگ وکیف تخلیقی ادبی نثر کا جزو ہیں مگر غیر موزونیت اور اجمال کی کمی انہیں شعر نہیں بننے دیتی اسی لیے جدید افسانہ، ناول اور ادب لطیف زبان کے تخلیقی اور تمثیلی استعمال کے باوجود شاعری بجائے تخلیقی نثر کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں۔ پس جو نثر فلسفہ کے ساتھ جمالیاتی عناصر، وضاحت کے ساتھ ابہام قطعیت کے ساتھ تہہ داری اور لچک، جامعیت وسنجیدگی کے ساتھ تشبیہہ واستعارہ کا دلکش امتزاج بھی رکھتی ہو وہ اعلیٰ درجہ کی ادبی وتخلیقی نثر کہلانے کی مستحق ہے اور اس نثر کا منفرد طرز و انداز مصنف کا مخصوص اسلوب کہلائے گا۔''[۲۰]

حواشی:

۱۔ عابد علی عابد، سید: ''اسلوب''، لاہور: مجلس ترقی ادب؛ جون ۱۹۹۶ء (طبع دوم)، ص:۱۳۵

۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: '' تاریخ ادب اُردو'' (جلد اوّل)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۵ء، ص:۱

۳۔ حامد حسین: ''اُردو ادب میں انگریزی سے نثری تراجم'' (غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی)، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۵ء، ص:۹۲

۴۔ اکرام چغتائی: (ترتیب و تدوین معہ اضافات) ''پنجاب میں اُردو''؛ مرتبہ: ،لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص:۴۷

۵۔ گارساں دتاسی: ''مقالات گارساں دتاسی''، (جلد اوّل) کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۴ء، ص:۲۳۴

۶۔ آزاد، محمد حسین، مولانا: ''نظم آزاد''، لاہور: مطبع کریمی، ۱۹۲۶ء، بارسوم، ص:۲

۷۔ ابوسعید نورالدین، ڈاکٹر: ''تاریخ ادبیات اُردو'' (حصہ اوّل۔نثر)، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی؛ ۱۹۹۷ء، ص:۱۴

۸۔ شیر علی سرخوش: ''پنجاب میں اُردو اوّلین نظریہ''، مقالہ مشمولہ ''پاکستان میں اُردو'' (چوتھی جلد)، ص:۶۸

۹۔ محمد صادق، ڈاکٹر: ''محمد حسین آزاد احوال وآثار''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۶ء، ص:۱۷۱

۱۰۔ شہاب ظفر اعظمی، ڈاکٹر: ''اُردو ناول کے اسالیب''، دہلی: تخلیق کار پبلشرز: ۲۰۰۶ء، ص:۳۰

۱۱۔ عابد علی عابد، سید: ''اسلوب''، ص:۱۳۰

۱۲۔ ایضاً،ص:۱۳۲

۱۳۔ ایضاً،ص:۱۳۳

۱۴۔ عبدالقیوم، ڈاکٹر:''حالی کی اُردو نثر نگاری''؛ لاہور: مجلس ترقی ادب، ستمبر۱۹۶۴ء، (طبع اوّل)،ص:۶۹۱

۱۵۔ ایضاً،ص:۶۹۱

۱۶۔ محمد صادق، ڈاکٹر:''محمد حسین آزاد احوال و آثار''،ص:۱۷۰

۱۷۔ عبداللہ، ڈاکٹر،سید:''اشارات تنقید''، لاہور: مکتبہ خیابان ادب،۱۹۷۲ء،ص:۲۷۱

۱۸۔ شہاب ظفر اعظمی، ڈاکٹر:''اُردو ناول کے اسالیب''،ص:۲۸

۱۹۔ عابد علی عابد،سید:''اسلوب''،ص:۱۰۷۔۱۰۸

۲۰۔ شہاب ظفر اعظمی، ڈاکٹر:''اُردو ناول کے اسالیب''،ص:۳۱